ذبیح اللہ کون تھے.....؟

تحریر: محمد رمضان جانباز سلفی فیصل آباد

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔ جن کی ساری زندگی راہ الٰہی میں آزمائشوں اور امتحانوں میں گزری۔ خلیل علیہ السلام ہر موقع پر ثابت قدم رہے۔ جس کا انعام اللہ رب العزت نے "انی جاعلک للناس اماما" (میں تمہیں سب لوگوں کا امام بناتا ہوں) کی صورت میں دیا۔ خلیل علیہ السلام جب بڑھاپے کو پہنچے تو دعا کی "رب ھب لی من الصالحین" (اے اللہ مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما) دعائے خلیل بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی۔ اور فرمایا گیا "فبشرنه بغلام حلیم" (ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی خوشخبری دی) پھر یہی بچہ جس کی بشارت "غلام حلیم" کہہ کر دی گئی تھی۔ جب بڑا ہوا تو اس کے ذبح کا حکم ہوا۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے حکم الٰہی کے آگے سرمو انحراف نہ کیا اور اپنے پیارے لخت جگر کو راہ خدا میں قربان کرنے پر تیار ہوگئے۔ پھر جب باپ اور بیٹے نے حکم الٰہی کی تعمیل میں اس کام کو پورا کرنا چاہا تو ارشاد ہوا' اے ابراہیم "قد صدقت الرویا" (یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچ کردکھایا)

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہ کون سے فرزند تھے کہ جن کے ذبح کا حکم ہوا؟؟؟ اس سلسلے میں دو مختلف قسم کی روایات ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور قوی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ جبکہ اہل کتاب حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ حقیقت جاننے کے لئے حقائق کی نقاب کشائی کرتے ہیں لہٰذا سب سے پہلے اہل کتاب کا دعویٰ پیش خدمت ہے۔ بائبل میں مذکور ہے کہ .... خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اسے کہا اے ابرہام! اس نے کہا میں حاضر ہوں تب اس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لیکر موریاہ کے ملک جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو

میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔ (پیدائش باب ۲۲ آیات ۱۔۲)

بائبل کی اس عبارت سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی مانگی گئی تھی اور دوسرا یہ کہ وہ اکلوتے تھے۔ حالانکہ بائبل ہی کے دوسرے مقامات سے یہ چیز ثابت ہے کہ حضرت اسحاق اکلوتے نہ تھے اس کے لئے یہ عبارت ملاحظہ کیجئے...... اور ابرام کی بیوی ساری کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کی ایک مصری لونڈی تھی جس کا نام ہاجرہ تھا اور ساری نے ابرام سے کہا کہ دیکھو خداوند نے مجھے تو اولاد سے محروم رکھا ہے سو تو میری لونڈی کے پاس جا شائد اس سے میرا گھر آباد ہو' اور ابرام نے ساری کی بات مانی۔ اور ابرام کو ملک کنعان میں رہتے ہوئے دس برس ہوگئے تھے۔ جب اس کی بیوی ساری نے اپنی مصری لونڈی اسے دی کہ اس کی بیوی بنے اور وہ ہاجرہ کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی۔ (پیدائش باب ۱۶ آیات ۱ تا ۴)

اس باب کے آیت نمبر ۱۱ میں ہے کہ ...... خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اسمٰعیل رکھنا۔ اور بائبل ہی سے ثابت ہے کہ اسمٰعیل اور اسحٰق کی ولادت میں ۱۴ برس کا وقفہ ہے۔ یعنی اسحاق علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام سے ۱۴ برس چھوٹے ہیں۔ چنانچہ مذکور ہے کہ..... اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسمٰعیل رکھا۔ اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔ (پیدائش باب ۱۶ آیات ۱۵۔۱۶)

اور خدا نے ابرہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے سو اسکو ساری نہ پکارنا اس کا نام سارہ ہوگا اور میں اسے برکت دوں گا اور اس سے تجھے ایک بیٹا بخشوں گا۔ یقیناً میں اسے برکت دوں گا۔ قومیں اس کی نسل سے ہوں گی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے۔ تب ابرہام سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کہ کیا سو برس کے بوڑھے سے کوئی بچہ ہوگا۔ اور کیا سارہ جو نوے برس کی ہے سے اولاد ہوگی؟ اور ابرہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسمٰعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔ تب خدا نے کہا بیشک تیری سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا۔ تو اس کا نام اضحاق رکھنا...... جو اگلے سال اسی وقت معین پر سارہ سے پیدا ہوگا۔ (ایضاً

باب ۱۷ آیات ۱۵ تا ۲۱)

اور جب اس کا بیٹا اضحاق اس سے پیدا ہوا تو ابرہام سو برس کا تھا۔ (ایضاً باب ۲۱ آیت ۵)

ابرہام ننانوے برس کا تھا جب اسکا ختنہ ہوا اور جب اسکے بیٹے اسمٰعیل کا ختنہ ہوا تو وہ تیرا برس کا تھا۔ ابرہام اور اس کے بیٹے کا ختنہ ایک ہی دن ہوا۔ (ایضاً ۱۷ آیات ۲۴۔ ۲۵)

ان مذکورہ عبارات سے بائبل کی تضاد بیانی واضح ہے اور اس سے یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ حضرات ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے اور انہی کے ذبح کا حکم ہوا تھا۔ نہ کہ اسحاق علیہ السلام کا۔ حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اہل کتاب کے اس دعویٰ کہ اکلوتے بیٹے کی قربانی مانگی گئی تھی۔ کہ متعلق لکھتے ہیں کہ..... ان کی (یعنی عیسائیوں کی) اپنی کتاب میں تو یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جناب ابراہیم کو اپنے اکلوتے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ لیکن صرف اس لئے کہ یہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور عرب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں انہوں نے واقعہ کی اصلیت بدل دی اور یہ فضیلت حضرت اسمٰعیل سے ہٹا کر حضرت اسحاق کو دے دی اور بے جا تاویلیں کر کے اللہ کے کلام کو بدل ڈالا۔ اور کہا کہ ہماری کتاب میں لفظ "وحیدک" ہے اس سے مراد اکلوتا نہیں۔ بلکہ جو تیرے پاس اس وقت اکیلا ہے وہ ہے یہ اس لئے کہ حضرت اسمٰعیل تو اپنی والدہ کے ساتھ مکہ میں تھے۔ یہاں خلیل اللہ کے ساتھ صرف اسحاق تھے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے "وحیدک" اس کو کہا جاتا ہے جو اکلوتا ہو اس کا اور کوئی بھائی نہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر اردو جلد ۴ ص ۷۵۔ ۳۷۴)

بائبل کے بعد اب ہم اسلامی روایات کو دیکھتے ہیں مفسرین نے صحابہؓ و تابعینؒ کی جو روایات نقل کی ہیں ان میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس اختلاف میں دو گروہ ہیں ایک حضرت اسمٰعیل کے ذبیح اللہ ہونے کے قائل ہیں اور دوسرا گروہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ جو گروہ حضرت اسحاق کے ذبیح اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس میں حسب ذیل بزرگوں کے اسماء گرامی ملتے ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ

، قتادہ، عکرمہ، حسن بصری، سعید بن جبیر، مجاہد، شعبی، مسروق، مکحول، زہری، عطاء، مقاتل، سدی، کعب، احبار، زید بن اسلم، رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرھم

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے اس گروہ میں حسب ذیل بزرگوں کے نام ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ حضرت معاویہؓ عکرمہ، مجاہد، یوسف بن مہران، حسن بصری، محمد بن کعب قرظی، شعبی، سعید بن المسیب، ضحاک، محمد بن علی بن حسین (محمد باقر) ربیع بن انس، احمد بن حنبل وغیرھم ان دونوں فہرستوں کا تقابل کیا جائے تو متعدد نام ان میں میں مشترک نظر آئیں گے۔ یعنی ایک ہی بزرگ سے دو مختلف قول منقول ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عکرمہ یہ قول نقل کرتے ہین کہ وہ صاجزادے حضرت اسحاق تھے۔ مگر انہی سے عطاء بن ابی رباح یہ بات نقل کرتے ہیں۔ کہ "**زعمت الیھود انہ اسحق وکذبت الیھود**" یہودیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ حضرت اسحق تھے مگر یہودی جھوٹ کہتے ہیں اسی طرح حضرت حسن بصری سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کے قائل تھے مگر عمرو بن عبید کہتے ہیں کہ حسن بصری کو اس امر میں کوئی شک نہیں تھا۔ کہ حضرت ابراہیم کے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا وہ اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ (تفہیم القرآن جلد ۴ ص ۲۹۸)

اختلاف روایات کی بناپر علمائے اسلام میں سے بعض نے تو پورے وثوق سے حضرت اسحاق علیہ السلام کے حق میں رائے دی ہے اور بعض نے قطعی طور پر حکم لگایا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل تھے اور بعض تذبذب میں ہیں لیکن اگر نگاہ تحقیق سے دیکھا جائے۔ تو یہ امر ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے۔ دور کیوں جائیں قران مجید میں دیکھ لیں جہاں بیٹوں کی ترتیب کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے۔ "**الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل واسحق**" (ابراہیم آیت ۳۹)

اور پھر قرآن مجید میں جہاں حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی ہے۔ وہاں

ان کے لئے "غلام علیم" (علم والے لڑکے) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ "لا توجل انا نبشرک بغلام علیم" (الحجر ۵۳) "فبشروہ بغلام علیم" (الذاریات ۲۸)

اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بشارت دیتے وقت "غلام حلیم" (بردبار لڑکے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں صاحبزادوں کی دو نمایاں الگ الگ صفات تھیں اور ذبح کا حکم غلام علیم کے لئے نہیں بلکہ غلام حلیم کے لئے تھا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں آیت "فبشرنہ بغلام حلیم" کے تحت لکھتے ہیں کہ ...... اس میں اختلاف ہے کہ یہ ذبیح لڑکا کون تھا۔ اسمٰعیل یا اسحاق۔ فریقین کے اپنے اپنے خیالات ہیں اور اپنے اپنے دلائل۔ مگر یہ آیت قرآنی فیصلہ کرتی ہے کہ یہ لڑکا اسمٰعیل تھا۔ کیونکہ انہی آیتوں میں اسحاق کا ذکر ذبیح لڑکے کے بیان کے بعد آتا ہے۔ جس کا شروع یوں ہے۔ "وبشرنا باسحق نبیا" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حلیم اور ذبیح لڑکا اسمٰعیل تھا اور اسحق الگ ہے۔ جس کو اس قصہ پر عطف کے ساتھ بیان فرمایا۔ (تفسیر ثنائی ۵۴۱)

خلیفتہ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے جب محمد بن کعب قرظیؒ نے یہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی کہ ذبح کا ذکر کرنے کے بعد قرآن میں خلیل اللہ کو حضرت اسحٰق کے پیدا ہونے کی خوشخبری کا ذکر ہے اور ساتھ ہی بیان ہے کہ ان کے ہاں بھی لڑکا ہوگا۔ یعقوب نامی جب ان کی اور ان کے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی تھی پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کے اس سے پیشتر ہی ان کے ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ بہت صاف دلیل ہے میرا ذہن یہاں نہیں پہنچا تھا۔ گو یہ میں بھی جانتا تھا کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل ہی ہیں۔ پھر شاہ اسلام نے شام کے ایک یہودی عالم سے پوچھا جو مسلمان ہوگئے تھے کہ تم اس بارے میں کیا علم رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اے امیرالمسلمین سچ تو یہ ہے کہ جن کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ وہ حضرت اسمٰعیل تھے لیکن

چونکہ عرب ان کی اولاد سے ہیں تو یہ بزرگی ان کی طرف لوٹتی ہے اس حسد کے مارے یہودیوں نے اسے بدل دیا۔ اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام لے دیا۔ (تفسیر ابن کثیر اردو جلد ۴ ص ۳۷۸)

ایک غریب حدیث میں ہے کہ...... شام میں امیر معاویہؓ کے سامنے یہ بحث چھڑی کہ ذبیح اللہ کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا اچھا ہوا۔ جو یہ معاملہ مجھ جیسے باخبر شخص کے پاس آیا۔ سنو ہم آنحضرت ﷺ کے پاس تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے دو ذبیحوں کی نسل کے رسولؐ مجھے بھی مال غنیمت میں سے کچھ دلوایئے۔ اس پر آپ ﷺ مسکرائے۔ ایک تو ذبیح حضور ﷺ کے والد عبداللہ تھے اور دوسرے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جن کی نسل سے آپ ہیں۔ (ایضاً ص ۳۷۸) مختصر سیرت رسول شیخ عبداللہ ص ۲۳

مختصر سیرت رسول ﷺ کی روایت میں "ولم ینکر علیه" اور آپ نے اس کی تردید نہ کی کے الفاظ ہیں۔

ایک روایت میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ...... "انا ابن الذبیحین" میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ (مختصر سیرت رسول شیخ عبداللہ ص ۲۳ اردو ترجمہ ۵۱)

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رحمتہ اللہ لکھتے ہیں کہ...... "واسمعیل هوالذبیح علی القول الصحیح والقول بانه اسحاق باطل" صحیح قول کے مطابق اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں اور اسحق علیہ السلام کے ذبیح ہونے کا قول باطل ہے۔ (ایضاً ص ۸ اردو ترجمہ ۲۵)

معتبر روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیے میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا اس کے سینگ بیت اللہ میں رکھے ہوئے تھے۔ جیسا کہ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو فرمایا میں نے مینڈھے کے سینگ بیت اللہ شریف کے داخلے کے وقت اندر دیکھے تھے اور مجھے یاد نہ رہا کہ میں تجھے ان کے ڈھانپ دینے کا حکم دوں۔ جاؤ اسے ڈھانپ دو' حضرت سفیان فرماتے ہیں اس مینڈھے کے سینگ بیت اللہ میں ہی رہے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ بیت اللہ میں آگ لگی اس میں وہ جل گئے۔ یہ واقعہ

بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اسی وجہ سے تو ان کی اولاد قریش تک یہ سینگ برابر وراثتاً چلے آئے یہاں تک کہ حضور ﷺ کو اللہ نے مبعوث فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ جلد ۴ ص ۳۷۷)

یہ بات صدیوں سے عرب کی روایت میں محفوظ تھی کہ قربانی کا یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا تھا اور صرف روایات ہی نہ تھی بلکہ اس وقت سے نبی ﷺ کے زمانے تک مناسک حج میں یہ کام بھی برابر شامل چلا آرہا تھا کہ اس مقام منیٰ میں جاکر لوگ اسی جگہ پر جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کی تھی۔ جانور قربان کیا کرتے تھے پھر جب نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ نے بھی اس طریقے کو جاری رکھا۔ حتی کہ آج تک حج کے موقع پر دس ذی الحجہ کو منیٰ میں قربانیاں کی جاتی ہیں۔ ساڑھے چار ہزار سال کا یہ متواتر عمل اس امر کا ناقابل انکار ثبوت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کے وارث بنی اسماعیل ہوئے ہیں۔ نہ کہ بنی اسحاق۔ حضرت اسحاق کی نسل میں ایسی کوئی رسم کبھی جاری نہیں رہی ہے جس میں ساری قوم بیک وقت قربانی کرتی ہو۔ اور اسے حضرت ابراہیم کی قربانی کی یادگار کہتی ہیں۔ (تفہیم القرآن جلد ۴ ص ۳۳۰)

سورہ صافات کے اندر ارشاد ربانی ہے کہ "وفدیناہ بذبح عظیم۔ وترکنا علیہ فی الآخرین" اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیے میں دیا اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔ (الصافات آیت ۱۰۷۔۱۰۸)

اب بنو اسماعیل اور بنو اسحاق کی قوموں کے حالات دنیا کے سامنے موجود ہیں ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ کس قوم میں ذبح کی یادگار پانچ ہزار سال سے زائد عرصہ سے مسلسل چلی آرہی ہے اور کس قوم میں اس یادگار کا کوئی نام ونشان بھی کبھی نہیں پایا گیا۔ ہم اس کی دلیل میں بائبل ہی کا ایک مقام یسعیاہ نبی کی کتاب سے پیش کرتے ہیں لکھا ہے کہ..... اونٹنیاں کثرت سے تجھے آگے چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفان کے اونٹ وہ سب جو سبا کے ہیں آئیں گے۔ وہ سونا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ نابت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وہ میری

منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے۔ اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ (باب "۶۰" آیات ۶۔ ۷)

مدیان اور عیفان اور سبا بن قطورہ ہیں اسمٰعیل علیہ السلام کے برادرزادے جو یمن میں آباد ہوئے (یہ سب بنو اسرائیل نہیں ہیں) قیدار اور نابت خاص اسمٰعیل کے فرزند ہیں۔ ان سب قوموں کا ایک مذبح پر قربانیاں لانا۔ اس مذبح کو خدا کا اپنے کلام میں اپنا مذبح کہنا۔ اور اس جگہ ایک شوکت کے گھر کا جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے موجود ہونا ایک روشن دلیل اس امر کی ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ میں تھا جو اسمٰعیل کی جائے سکونت ہے اور جس کے گرداگرد ان کی اولاد قیدار اور نابت کی نسلیں آباد ہوئیں۔ اس روشن دلیل کا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔(رحمتہ اللعالمین از قاضی سلیمانؒ حصہ دوم ۴۹)

ان دلائل کو دیکھنے کے بعد یہ بات قابل تعجب ہے کہ امت مسلمہ میں حضرت اسحاق کے ذبیح ہونے کا خیال آخر کیسے پھیل گیا۔ یہود نے اگر حضرت اسمٰعیل کو اس شرف سے محروم کرکے اپنے دادا حضرت اسحاق کی طرف اسے منسوب کرنے کی کوشش کی تو یہ ایک سمجھ میں آنے والی بات ہے لیکن آخر مسلمانوں کے ایک گروہ نے اس دھاندلی کو کیسے قبول کرلیا۔ اس کا بہت ہی عمدہ اور شافی جواب علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں دیا ہے۔ لکھتے ہیں...... صحیح علم تو خدا ہی کو ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بزرگوں کے استاد کعب احبار ہیں۔ جو خلافت فاروقی میں مسلمان ہوئے تھے اور کبھی کبھی حضرت عمرؓ کو قدیمی کتابوں کی باتیں سناتے تھے۔ لوگوں نے اسے رخصت سمجھ لیا۔ پھر ان سے ہر بات بیان کرنی شروع کر دی اور صحیح و غلط کی تمیز اٹھ گئی۔ حق تو یہ ہے کہ اس امت کو اگلی کتابوں کی ایک بات کی بھی حاجت نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ جلد ۴ ص ۳۷۸)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے اور صحیح اقوال سے یہی ثابت ہے۔

"وما علینا الا البلاغ المبین"